قبہ وقبور پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث اور نجدی افعال کی مذہبی روشنی میں تحقیق

نام نہاد علمائے مدینہ کی تحریر پر مفصل تبصرہ یعنی

اَلبَیتُ المَعمور فی عَمارۃ القبُورُ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

کرتا ہے جو کائنات میں جاری وساری ہے۔ (جاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی

کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

دنیا مختلف راستوں پر جارہی ہے کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس میں تمام اہل الرائے ایک نقطہ پر جمع دکھائی دیں باوجودیکہ ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں راہ حق کا سالک ہوں مگر ایک خیال سے دوسرے خیال میں اختلاف کی وہ وسیع خلیج حائل ہے جس کی بنا پر یہ فیصلہ قطعی ہے کہ ایک ان میں سے باطل پرست اور دوسرا حق پذیر ہے۔ افسوس ہے کہ وہ نام نہاد مسلمان جو اپنے کو دین احمدی اور شریعت اسلامیہ کا پابند بتاتے ہیں وہ احادیث نبویہ اور سیر اصحاب نبیؐ سے اس قدر غافل ہیں کہ ان کو ہرگز متبع دین اسلامی نہیں کہا جاسکتا۔ شیخ نجدی کے بھی خواہ اس وقت کس طرح سات کروڑ مسلمانان ہند کو اندھا بنانا چاہتے ہیں اس کو وہ شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جو احادیث رسولؐ وسیرت صحابہ وتابعین سے واقف ہو اور پھر ان مسلمان نما ہستیوں کے افعال واقوال پر نظر کرے۔ انصاف کی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد یہ طے کر لینا آسان ہے کہ ان افراد نے مذہب کو دنیا کے مقابلہ میں بہت ارزاں قیمت پر فروخت کر ڈالا ہے۔ قبّوں اور عمارتوں کی جو قبور اولیا وائمہ پر بنی ہوئی ہوں سومناتھ اور مندروں سے تشبیہ دی جاچکی، زیارت قبر نبیؐ وروضۂ مقربین الٰہی کو بت پرستی کہا جاچکا اس کے بعد بھی یہ دعویٰ ہے کہ جو ہم کہتے ہیں وہی احادیث رسولؐ واصحاب رسولؐ بھی بتاتے ہیں۔ روضۂ رسول پر گولہ باری ہو اور مسلمان ٹھنڈے دل سے سنیں بلکہ نعرۂ تحسین وآفرین سے دل بڑھائیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن سعود کی ہمت بڑھی اور جنت البقیع کی بربادی سے مسلمانوں کا دل لہو ہوگیا۔ افسوس ہے ہم نوایان ابن سعود کے اسلام پر ؎

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد

وائے گر در پس امروز بود فردائی

اس وقت ابن سعود کی کاغذی فوج کا مشہور کماندار اخبار ''زمیندار'' مجریہ ۱۶؍جون ۱۹۲۶ء ہمارے پیش نظر ہے اور اس میں ''ہدم قباب اور شریعت اسلام'' کی سرخی کے نیچے ایک فتویٰ علمائے مدینہ کا نقل کیا ہے جو حکومت کے سوال کے جواب میں ان علما نے دیا ہے اس کے قبل ہم اصل عربی

عبارت فتویٰ کی جریدۂ ''حبل المتین کلکتہ'' میں دیکھ چکے تھے۔ ان کی تحریر کا حاصل چند امور ہیں۔ ہم پوری عبارت سوال و جواب کی کسی اور موقع پر لکھیں گے۔

(۱) قبروں پر عمارت بنانا اجماعاً ممنوع ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ان کا کھودنا واجب ہے۔ حضرت علی کی حدیث کی طرف استناد کرکے جس میں آپ نے ابوالہیاج سے فرمایا:

''الا ابعثک علی مابعثنی علیه رسول الله ان لا تدع تمثالا الا طمسته و لا قبرا مشرفا الا سویته۔''

(رواہ مسلم)

(۲) قبروں پر مسجدیں بنانا اور ان میں نماز پڑھنا مطلق منع ہے اور ان پر چراغ جلانا بھی منع ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے: ''لعن رسول الله زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج رواه اهل السنن۔''

(۳) قبروں سے تمسح کرنا اور ان کے ذریعہ سے دعا مانگنا یہ بھی شرعاً ممنوع ہے۔

(۴) دعا کے وقت حجرۂ نبیؐ کی طرف منہ کا کرنا اور اس پر بوسہ دینا یہ بھی ممنوع ہے۔

اس فتوے کے نیچے کم و بیش چودہ عالموں کے نام ہیں لیکن افسوس ہے کہ یہ تمام اقوال احادیث رسول و سیرت صحابہ و تابعین کے بالکل خلاف ہیں اور اس وقت ہم نے اسی کی توضیح کے لئے قلم اٹھایا ہے امید ہے کہ تمام افراد اہل اسلام میری اس مختصر تحریر ''بیت معمور فی العمارۃ علی القبور'' کو دیکھ کے اس امر کا یقین کرلیں گے کہ ہدم قباب اور نیز ابن سعود کے دیگر افعال سراسر تعلیم قرآن اور احادیث رسالت مآب اور سیرت صحابہ کرام و تابعین عظام اور ارشادات ائمہ معصومین علیہم السلام کے خلاف ہیں۔ وعلی الله توکلت والیه انیب۔　　ناچیز علی نقی نقوی عفی عنہ

عمارت قبور اسلامی نقطۂ نظر سے

پہلے ہم قرآن مجید سے قبور پر عمارت بنانے کا جواز ثابت کرتے ہیں پھر صدر اسلام میں سیرت اصحاب رسول و تابعین سے بناء علی القبر کو ثابت کریں گے جس کے بعد اس مطلب میں کسی کو شبہہ باقی نہیں رہ سکتا خصوصاً حسبنا کتاب الله اور اصحابی کالنجوم بایّهم اقتدیتم اهتدیتم پر ایمان لانے کے بعد۔

قرآن سے استدلال

میری نظر میں یہ استدلال قبروں کے اوپر عمارت بنانے کے جواز میں بہت قوی ہے۔ سورۂ کہف میں جناب اقدس الٰہی ارشاد فرماتا ہے: ''وَقَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَسْجِدًا'' ''اور کہا ان لوگوں نے جو ان کی بات پر غالب آئے تھے کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے۔''

اصحاب کہف جس غار میں مردہ لیٹے ہوئے تھے اس کے متعلق بادشاہ کفار اور بادشاہ مسلمین میں اختلاف ہوا کفار نے کہا کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے اور اس پر عمارت بنائیں گے اور مسلمانوں نے کہا کہ نہیں ہم ان کے اوپر مسجد کی تعمیر کریں گے۔ جناب باری نے مسلمانوں کے اس مقولہ

کو کہ ہم ان پر مسجد تعمیر کریں گے، بغیر کسی اعتراض کے نقل فرمایا: ہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ مقام مدح میں جناب احدیت نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ قبور پر عمارت بنانا نظر جناب رب العزت میں ممدوح تھا اس سے بڑھ کے جواز بناء علی القبور کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ واقعی یہ آیت قبور پر عمارت بنانے کے جواز میں کافی ہے۔ میں اس سے ایک حد تک متفق نہیں ہوں کہ **علیھم مسجدا** کے معنی **عندھم مسجدا** کے ہیں اس لئے کہ یہ خلاف ظاہر اور مجاز ہے اور ظاہر سے انصراف بغیر کسی داعی کے نہیں ہوسکتا اور قرینہ بھی کوئی حقیقت سے صارف نہیں ہے اب رہا یہ امر کہ بعض تفاسیر میں **علیٰ باب الکھف** ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دروازۂ غار کے بند کرنے کے لئے وہ مسجد بنائی گئی تھی اور اس کے موئید یہ عبارت تفسیر نیشاپوری کی ہے۔

یتنازعون بینھم تدبیر امرھم حین توفّوا کیف یخفون مکانھم و کیف یسدّون الطریق الیھم۔

نزاع اس میں تھی کہ ان لوگوں کی جگہ کیوں کر مخفی کی جائے جب کہ انھوں نے انتقال کیا ہے اور ان تک پہنچنے کا راستہ کیونکر بند کیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ **علیھم مسجدا** کے معنی یہی ہیں کہ خود ان کے قبور پر عمارت بنائی جائے گی نہ یہ کہ ان کے قریب اس لئے کہ تفسیر سے معلوم ہوا کہ مقصود اس سے اس غار کے دروازہ کا بند کرنا تھا اور ان کی لاشوں کی حفاظت مطلوب تھی اور قریب اس غار کے مسجد ہونے سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ قرآن میں امم سابقہ کے واقعات وحالات اسی لئے نقل کئے گئے ہیں کہ یہ امت ان سے سبق حاصل کرے۔ مسلمانوں کی اس خواہش کا ذکر کردینا بغیر اس کے کہ اس کی رد کی جائے یا رسالت مآبؐ تفسیر میں اس کے متعلق کچھ تعرض فرمائیں اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ مرضی الٰہی میں یہ فعل ان کا قابل مؤاخذہ نہ تھا بلکہ لائق تقلید تھا اب رہا اس کا اثبات کہ یہ مقولہ مسلمانوں ہی کا تھا اس کے لئے ہر تفسیر ناطق ہے۔ ملاحظہ ہو معالم التنزیل بغوی:

قال المسلمون نبنی علیھم مسجدا یصلی فیه الناس لرب العالمین۔

مسلمانوں نے کہا کہ ہم ان پر ایک مسجد بنائیں گے جس میں لوگ پروردگار عالم کی نماز پڑھیں۔

اور لباب التاویل خازن میں ہے:

قال ابن عباس فی البنیان فقال المسلمون نبنی علیھم مسجدا یصلی فیه النّاس لانّھم علی دیننا۔

ابن عباس نے اس عمارت کے بارے میں (جس میں اختلاف تھا) کہا ہے کہ مسلمانوں نے کہا کہ ہم ان پر مسجد بنوائیں گے جس میں لوگ نمازیں پڑھیں کیونکہ یہ ہمارے دین پر تھے۔

اور تفسیر تنویر المقیاس ابن عباس میں مذکور ہے:

قال الذین غلبوا علی امرھم علی قولھم وھم المومنون لنتخذن علیھم مسجدا لانّھم علی دیننا۔

ان لوگوں نے کہا جو ان کے امر پر یعنی ان کی بات پر

غالب آئے تھے اور وہ ارباب ایمان تھے کہ ہم ان پر مسجد بنوائیں گے کیونکہ یہ ہمارے دین پر تھے۔

ان تمام تفاسیر سے یہ امر واضح ہوگیا کہ یہ لوگ مسلمان ہی تھے بلکہ تفسیر ابن عباس نے ان کے ایمان پر بھی روشنی ڈالی جو بنص قرآن اسلام سے بلند ہے۔ اور علامہ نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن میں رقم طراز ہیں:

والّذین غلبوا علی امرھم المسلمون وملکھم المسلم لانّھم بنوا علیھم مسجدا یصلی فی المسلمون ویتبرّکون بمکانھم وکانوا اولی بھم وبالبناء علیھم حفظا لتربتھم۔

اور وہ لوگ جو ان کی بات پر غالب آئے تھے مسلمان تھے اور مسلمان بادشاہ تھا کیونکہ ان لوگوں نے اصحاب کہف پر مسجد بنوائی جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے مکان سے برکت حاصل کریں اور وہ اصحاب کہف ان ہی مسلمانوں کے سردار تھے اور اس قابل تھے کہ ان کی قبر پر تعمیر کی جائے، ان کی تربت کی حفاظت کے لئے۔

علاوہ اس کے کہ الفاظ قرآن نے مطلوب پر دلالت کی یہ عبارت علامۂ نیشاپوری کی کچھ کم مؤید مطلوب نہیں ہے۔ اس کے تین فقرے ہمارے مقصود پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔

{پہلے}

''**یتبرّکون بمکانھم**'' وہ مسلمان ان کے مکان کو متبرک سمجھتے تھے اور اس سے برکت حاصل کرتے تھے معلوم ہوا کہ سلف سے مطیعان الٰہی اور مسلمانوں کا یہ شیوہ تھا کہ وہ قبور صلحاء کو معظم و متبرک سمجھتے تھے اور اس کو قبر پرستی خیال نہیں کرتے تھے۔

{دوسرے}

اصحاب کہف لائق تر تھے کہ ان پر بنا کی جائے، معلوم ہوا کہ جو شخص صاحب مرتبہ و شرف ہو اور اس کا اہل ہو کہ اس کی زیارت کی جائے اور اس کی خاک مدفن کو متبرک سمجھا جائے تو اس کے اوپر عمارت بنانا مستحسن ہے۔

{تیسرے}

''**حفظا لتربتھم**'' معلوم ہوتا ہے کہ حفاظت تربت ضروری امر ہے اور اس کا واحد طریقہ قبروں پر عمارت بنانا ہے نہ یہ کہ جو عمارتیں بنی ہوں ان کا کھود ڈالنا۔ (جیسا کہ ابن سعود کا شیوہ ہے)

جب قرآن مجید سے قبور پر عمارت بنانے کا استحسان ثابت ہو چکا تو اب اخبار زمیندار کا ترانہ ''**کتاب اللہ فوق الجمیع**'' ہمارا ہی پشت پناہ ہے۔ کاش بصیرت ہو۔

{فعل رسول}

غالبا اس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا کہ جس طرح کلام نبی حجت ہے اسی طرح فعل نبی بھی حجت ہے اگر ہم فعل نبی سے عمارت قبر کو ثابت کر دیں تو جائے کلام باقی نہیں رہ سکتی۔

(۱) سید نور الدین سمہودی شافعی کتاب وفاء الوفاء لاخبار دار المصطفیٰ میں لکھتے ہیں:

عن محمد بن قدامة عن ابیه عن جدّه قال لمّا

دفن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ سلم عثمان بن مظعون امر بحجر فوضع عند راسہ قال قد امتہ فلمّا صفق البقیع وجدنا ذلک الحجر فعرفنا انّہ قبر عثمان بن مظعون قال عبدالعزیز بن مروان وسمعت بعض النّاس یقول کان عند راس عثمان بن مظعون ورجلیہ حجران۔

محمد بن قدامہ نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جب رسولؐ نے عثمان بن مظعون کو دفن کیا تو ایک پتھر منگوایا اور قبر کے سرہانے رکھ دیا۔ قدامہ نے کہا کہ ایک عرصہ کے بعد جو بقیع میں دیکھا گیا تو ہم نے اس پتھر کو رکھے ہوئے پایا تو پہچان لیا کہ یہ قبر عثمان بن مظعون کی ہے۔ عبدالعزیز بن مروان نے کہا ہے کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ عثمان بن مظعون کے سرہانے اور پائین یا دو پتھر تھے۔

سمجھنے کے قابل بات یہ ہے کہ رسالت مآبؐ نے پتھر قبر پر کیوں رکھا تھا؟ ظاہر ہے کہ اسی لئے تا کہ لوگ اس پتھر کی وجہ سے پہچان سکیں اور نشان قبر نہ مٹے اور زیارت کرنے کا وسیلہ باقی رہے۔ ان اغراض کو پورا کرنے کے لئے پتھر سے زیادہ قبہ یا کوئی عمارت مفید ہے لہٰذا اس کا استحسان بدرجۂ اولیٰ فعل رسول سے ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ رسالت مآبؐ نے تو پتھر اس لئے رکھا کہ نشان قبر باقی رہے اور لوگ زیارت کو آسکیں، معلوم ہوا کہ زیارت مستحسن ہے اس سے ان امت والوں کا اتباع رسول واضح ہوتا ہے جو زیارت قبر کو قبر پرستی سے تعبیر کرتے ہیں اور بظاہر قبوں کا انہدام اسی لئے ہے کہ لوگ زیارت کو نہ جاسکیں۔ یہ ہے معارضۂ رسول۔ انّ الّذین یحادّون اللہ و رسولہ اولئک فی الاذلّین۔

(۲) اسی وفاء الوفاء میں مذکور ہے:

روی ابن زبالہ عن سعید بن محمد بن جبیر انّہ رأی قبر ابراھیم عند الزّوراء قال عبدالعزیز بن محمد وھی الدار التی صارت لمحمد بن زید بن علی۔

ابن زبالہ نے سعید بن محمد بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ابراہیم کی قبر کو زوراء کے پاس دیکھا۔ عبدالعزیز بن محمد نے کہا ہے کہ یہ وہی گھر ہے جو محمد بن زید بن علی کی طرف منتقل ہوا تھا۔

معلوم ہوا کہ قبر رسالت مآبؐ کے فرزند حضرت ابراہیم کی اس گھر میں تھی جو بعد میں ملکیت محمد بن زید بن علی کی ہوا۔ اگر قبر پر عمارت کا ہونا یا سایہ ہونا قبر پر نا جائز ہوتا، تو رسالت مآبؐ اپنے فرزند کو گھر کے اندر کیوں دفن کرتے، گھر میں دفن کرنا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ قبر پر عمارت ہونے میں کوئی مخدور شرعی نہیں ہے۔ اگر قبر صحن خانہ میں ہو تو بھی اگر چہ تظلیل اور سایہ میں قبر کرنے کا جواز نہ ثابت ہوگا مگر گرد قبر کے چار دیواری اور عمارت ہونے کا جواز ضرور ثابت ہوگا اور ظاہر ہے کہ عمارت قبر پر یوں نہیں ہوتی کہ خود قبر پر دیوار یا کوئی بنیاد قائم کی جائے بلکہ حول القبر یعنی قبر کے گرد عمارت ہوا کرتی ہے اور اس کا جواز ثابت ہو گیا۔ بحمد اللہ فعل رسالت مآبؐ سے جواز بناء علی القبر ثابت

ہو گیا۔ اب ملاحظہ ہو:

{سیرت بضعة الرسول}

وفاء الوفاء میں منقول ہے:

عن ابی جعفر علیہ السلام انّ فاطمة بنت رسول اللہ ص کانت تزور قبر حمزة رضی اللہ تعالیٰ عنه وترمة وتصلحه وقد تعلّمته بحجر۔

امام ابو جعفرؑ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ بنت رسالت مآبؐ زیارتِ قبر حمزہ کو جایا کرتی تھیں اور اس قبر کی مرمت اور اصلاح فرمایا کرتی تھیں اور آپ نے اس کی شناخت ایک پتھر کو قرار دیا تھا۔

علاوہ اس امر کے کہ اس حدیث سے زیارت کا رجحان ثابت ہوتا ہے اور ان لوگوں کے قول کی رد ہوتی ہے جو زیارت قبر کو قبر پرستی سمجھتے ہیں اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبر کی مرمت واصلاح کرتے رہنا ضروری ہے تاکہ کسی بزرگ دین کا نشان قبر نہ مٹ جائے۔ جب حفاظت قبر مستحسن شے ہے تو قبّہ جو حفاظت قبر کا بہترین ذریعہ ہے قطعاً مستحسن ہے اور سیدۂ عالم کا فعل یقینا قابل اتباع ہے اس لئے باجماع امت یہ معظّمہ آیۂ تطہیر میں داخل ہیں اور علمائے امت نے یہ طے کیا ہے کہ یہ معصومہ مریم وآسیہ سے افضل تھیں۔ چنانچہ قسطلانی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:

بشرها فی مرض موته بانّها سیّدة نساء اهل الجنّة ای من اهل هذه الامة المحمدیة وقد ثبت افضلیة هذه الامة علی غیرها فتکون فاطمة علی هٰذا افضل من مریم وآسیة۔

رسالت مآبؐ نے ان معظّمہ کو اپنے مرض موت میں بشارت دی کہ وہ سردار زنان اہل بہشت ہیں یعنی اس امت رسول میں سے اور یہ ثابت ہے کہ یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے لہٰذا بنا بر اس کے جناب فاطمہ زہراؑ مریم وآسیہ سے افضل ہیں۔

اور مریم کی نبوت کا بعض علماء نے دعویٰ کیا ہے لہٰذا جب جناب سیدہ ان سے افضل ہوئیں تو فعل کا متبع ہونا ظاہر ہے۔

{فعل امّ المومنین}

حضرت عائشہ کے فعل سے قبر پر عمارت بنا ثابت ہے چنانچہ صاحب وفاء الوفاء لکھتے ہیں:

عن المطلب قال کانوا یاخذون من تراب القبر فامرت عائشة بجدار فضرب علیهم وکان فی الجدار کوة فکانوا یاخذون منها فامرت بالکوة فسدّت۔

مطّلب سے روایت ہے کہ لوگ قبر رسول کی مٹی لے جایا کرتے تھے لہٰذا حضرت عائشہ نے حکم دیا کہ ایک دیوار بنا دی جائے وہ رسالت مآبؐ دفینین کے قبور پر بنا دی گئی اور دیوار میں ایک موکھا تھا لوگ اس سے مٹی لے جایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ کے حکم سے وہ بھی بند کر دیا گیا۔

اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کون شخص بناء علی القبر کو ناجائز کہہ سکتا ہے۔

(جاری)